حضرت امام شافعیؒ

(۱۵۰ھ تا ۲۰۴ھ)

جناب عبد الرشید عراقی صاحب

نام و نسب محمد نام، کنیت ابو عبد اللہ، ناصر السنۃ لقب، شافعیؒ آن کے جد اعلیٰ شافع کی طرف نسبت ہے۔ ساتویں پشت پر آپ کا سلسلۂ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

ولادت آپ کی ولادت بمقام غزہ رجب ۱۵۰ھ کو ہوئی۔ جس دن آپ پیدا ہوئے۔ اسی دن امام ابو حنیفہؒ کا انتقال ہوا۔

اس پر ایک لطیفہ ہے۔ احناف نے شوافع سے مزاحاً کہا، کہ جب تک ہمارے امام زندہ رہے، آپ کے امام نے منصۂ شہود پر آنے کی جرأت نہ کی۔ شوافع نے جواب دیا: بلکہ یوں کہیے کہ تحمل و تاب کا فقدان ہے۔ اُدھر امام پیدا ہوئے اور آپ کے امام نے رخت سفر باندھا۔

تحصیلِ علم سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ دس سال کی عمر میں موطا امام مالک کو یاد کر لیا ۱۵ سال کی عمر میں اپنے شیخ مسلم بن خالد زنجی کی اجازت سے فتولی دینے لگے[1]۔ ۱۳ سال کی عمر میں امام مالک بن انسؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام مالکؒ نے فرمایا:

"تمہارے قلب میں ایک نور ہے، معاصی سے اسے ضائع نہ کرنا، تقویٰ کو اپنا

[1] طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۰

شعار بنانا، ایک دن آئے گا کہ تم بڑے شخص ہو گے"۔[1]

جب آپ نے امام مالکؒ کے سامنے مؤطا کی قرأت زبانی کی تو انہیں بہت تعجب ہوا۔ آپ امام صاحب کی خدمت میں صرف ۸ ماہ رہے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے، اور محدثِ شہیر حضرت سفیان بن عُیَینہ سے استفادہ کرتے رہے۔

امام شافعیؒ پر دورِ ابتلاء تحصیلِ علم کے بعد فکرِ معاش دامن گیر ہوئی۔ اتفاقاً والیٔ یمن مدینہ آیا بعض عمائد نے والیٔ یمن سے حضرت امام کی سفارش کی کہ محمد ادریس شافعی اس قابل ہیں کہ انہیں کوئی سرکاری ملازمت دی جائے۔ چنانچہ آپ نجران کے گورنر مقرر کر دیے گئے۔ مگر والیٔ یمن بہت سفاک اور ظالم تھا۔ امام صاحب کے نوٹس میں یہ بات آئی تو آپ نے "افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر" کے تحت والیٔ یمن کو ظلم و زیادتی سے روکا۔ اس پر بجائے اس کے کہ والیٔ یمن اپنی اصلاح کرتا، اُس نے خلیفۂ وقت ہارون الرشید کو امام صاحب کے خلاف کر دیا۔ ہارون الرشید نے امام صاحب کو دار الحکومت میں طلب کیا۔ چنانچہ جب آپ ہارون الرشید کے دربار میں پیش ہوئے، تو وہاں قاضی امام محمد بھی موجود تھے۔ چنانچہ امام محمدؒ نے سفارش کر کے معاملہ رفع دفع کرا دیا۔

یہ واقعہ ۱۸۴ھ میں پیش آیا۔ اُس وقت امام صاحب کی عمر ۳۴ سال تھی۔[2]

امام محمد کی خدمت میں جب آپ کو ہارون الرشید کی تلوار سے نجات ملی تو آپ امام محمدؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ شامل ہونے سے پہلے آپ امام محمدؒ کے مرتبۂ اجتہاد و تفقہ سے پوری طرح واقف ہو چکے تھے۔ امام محمد فقہِ عراق کے حامل و ناشر تھے۔ یہیں سے امام شافعیؒ کی زندگی نے پلٹا کھایا، اور از سرِ نو تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔[3]

امام شافعیؒ، امام محمدؒ کی خدمت میں ۳ سال تک رہے، اور اس عرصہ میں بکمال فقہِ عراق پر عبور حاصل کیا، اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ایک علیحدہ فقہ کے بانی و مؤسس قرار پائے۔[4]

---

[1] وفیات الاعیان   [2] توالی التاسیس ص ۶۹

[3] حیات شافعی ابوزہرہ ص ۲۴۶   [4] ایضاً

امام محمدؒ امام شافعیؒ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خود امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جو امام صاحب سے پڑھا اُسنا دہ بار شتر کے برابر ہے۔[1]

سفر برائے علم بغداد سے امام شافعیؒ مکہ معظمہ واپس آئے اور حرم میں بیٹھ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی زمانے میں بڑے بڑے علمائے کرام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ امام احمد بن حنبل سے بھی آپ کی ملاقات اسی زمانے میں ہوئی۔

اس وقت امام شافعیؒ کی شخصیت نئی فقہ کے ساتھ ظاہر ہو چکی تھی۔ یہ فقہ نہ تو اہل مدینہ کی فقہ تھی۔ اور نہ اہل عراق کی۔ بلکہ ان دونوں سے مخلوط ایک نئی چیز تھی۔ یہ فقہ نہایت ذہین و عقیل شخص کی اُس عقل کی آئینہ دار تھی جو کتاب و سنّت اور لوگوں کے حالات و قیاس اور رائے سے پختہ ہو چکی تھی۔

اس مرتبہ امام شافعیؒ کا قیام مکہ معظمہ میں تقریباً ۹ سال رہا۔ اور اس دوران آپ نے اجتہاد و استنباط کے جو اصول وضع کئے تھے، اور جو ضوابط تیار کئے تھے، ضروری تھا کہ وہ جمہور فقہاء کے سامنے پیش کریں۔ عراق اس وقت اہل الرائے اور اہل الحدیث کا مرکز تھا۔ اس لیے آپ نے دوبارہ بغداد کا سفر اختیار کیا۔ اور یہ زمانہ ۱۹۵ھ کا تھا۔ اس دوران آپ نے قیامِ بغداد میں بہت سے حضرات سے علمی استفادہ کیا۔ اسی زمانے میں آپ نے اپنی مشہور کتاب الرسالہ تصنیف کی۔ آپ کا یہ قیام بغداد میں تقریباً ۲ سال رہا۔ پھر ۱۹۸ھ میں تیسری بار بغداد گئے۔ اور صرف ایک ماہ قیام کے بعد مصر تشریف لے گئے۔ یہ ۱۹۹ھ کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد تادمِ وفات (۲۰۴ھ) مصر ہی میں قیام رہا۔[2]

تلامذہ تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ اِن میں ایک جماعت وہ ہے، جو بغداد یا مکہ معظمہ میں ان سے استفادہ کرتی رہی۔ جیسے ابوالولید موسیٰ بن جارُود، ابو علی الزعفرانی، امام احمد بن حنبلؒ امام اسحاق بن راہویہ۔

---

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۳ ص ۳۰۶

[2] محدثین عظام اور اُن کے علمی کارنامے ص ۹۹

اور ایک جماعت وہ ہے جو مصر میں اُن سے استفادہ کرتی رہی۔ جیسے امام مزنیؒ، ربیع المرادی، بویطی، دملہ اور یونس بن عبدالاعلیٰ۔

یہ حضرات امام شافعیؒ کے مذہب جدید کے راوی ہیں۔ ان لوگوں نے امام شافعیؒ کے بعد اُن کے علوم کو مرتب و مدون کیا۔[۱]

تصانیف ملا علی قاری نے امام شافعیؒ کی تصانیف کی تعداد ۱۱۳ بتائی ہے۔[۲] ان میں سے کتاب الرسالہ، کتاب الام اور سننِ شافعیؒ زیادہ مشہور ہیں۔ اور یہاں صرف کتاب الرسالۃ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

کتاب الرسالہ اس کا پورا نام کتاب الرسالۃ فی اصول الفقہ والحدیث ہے۔ یہ کتاب امام شافعیؒ نے عبدالرحمٰن بن مہدی کی استدعا پہ تصنیف کی۔

امام صاحب کی یہ کتاب اصول حدیث اور فقہ میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ امام فخرالدین رازی اپنی کتاب مناقب الامام الشافعیؒ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"امام شافعیؒ کی حیثیت اصول فقہ میں ایسی ہے جیسی منطق میں ارسطو کی۔ اور عروض میں خلیل بن احمد کی۔ امام شافعیؒ اس اعتبار سے ائمہ ثلاثہ سے ممتاز نظر آتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے اس کتاب کے ذریعے ایک مخصوص طرزِ فکر کی بُنیاد رکھی، جس نے آنے والے زمانہ میں فقہِ اسلام کے ارتقاء میں بنیادی کردار ادا کیا۔"[۳]

اس کتاب میں امام شافعیؒ نے قرآن وسنّت کو اسلامی قانون کا مآخذ قرار دیا ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ایک شارح کی ہے اور آپؐ کے فیصلے ایک الہامی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز احادیثِ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے تکملہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔[۴]

امام شافعیؒ کے بعد جن علمائے کرام، فقہائے عظام نے اصولِ فقہ وحدیث پہ جو کتابیں تصنیف

---

۱ الشافعی ابوزہرہ ۲ ایضاً

۳ کتاب الرسالہ اردو ص ۶ ۴ ایضاً

کی ہیں وہ سب کی سب اسی کتاب کی رہینِ منّت ہیں۔

مناقب امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے ناسخ سے منسوخ کا امتیاز اس وقت تک نہیں معلوم کیا، اور خاص کو عام سے اس وقت تک علیحدہ نہیں کیا جاتا، اور تفصیل اور اجمال میں جو فرق ہے، اُس کو نہیں پہچانا، جب تک امام شافعیؒ کی صحبتوں میں شریک نہیں ہوا۔ اسی لیے آپ امام شافعیؒ کو دوسری صدی کا مجدّد مانتے ہیں (حسن المحاضرہ ص ۱۲۶)

اور حضرت امام احمدؒ نے آپ سے جتنا استفادہ کیا ہے، شاید ہی کسی اور نے کیا ہو۔ آپ ہمیشہ اپنی دعاؤں میں اپنے والدین کے ساتھ حضرت امام شافعیؒ کا نام لیتے۔ اور اُن کی بخشش کے لیے اللہ کی جناب میں ہاتھ پھیلاتے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں جب بھی کسی تفسیر و فتویٰ میں اُلجھتا تو سیدھا امام شافعیؒ کے پاس پہنچتا۔

زہد و تقویٰ کا یہ حال تھا کہ مطالعہ کتب کے بعد التزام کے ساتھ شب بیداری فرماتے۔ اُن کا کہنا تھا کہ علماء جب تک اس دُنیا میں اللہ کے دوست نہیں ہوں گے، عقبیٰ میں خدا کی ولایت کو نہیں پاسکیں گے۔

فقر کے متعلق اُن کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ علماء کو فقر خاص طور پر زینت بخشتا ہے، جب کہ اس کے ساتھ قناعت اور اللہ کی خوشنودی کا خیال مقدم رہتا ہو۔ علماء اور جہلاء کے فقر میں یہ فرق ہے کہ جہلاء کا فقر اضطراری ہوتا ہے اور علماء کا اختیاری۔

امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد رشید جتنا احترام آپ کا کرتے اور کسی کا نہ کرتے۔ ایک مرتبہ امام محمدؒ کہیں گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ راستے میں اُن کی مڈبھیڑ حضرت امام شافعیؒ سے ہو گئی۔ گھوڑے سے نیچے اُترے اور آپ کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔ پورا دن اُن کے ساتھ علمی مذاکرات میں گزارا۔ امام شافعیؒ کے حافظے کے متعلق اُن کی شہادت یہ ہے کہ انہوں نے کتاب اوسط ابو حنیفہؒ مجھ سے عاریۃً لی اور رات میں یاد کر ڈالی۔

اور آپ کو یہ سند عطا کی!

"ان تکلم اھل الحدیث یومًا فبلسان الشافعیؒ"

ترجمہ :۔ اگر کسی روز اصحاب حدیث کلام کریں گے تو امام شافعیؒ کی زبان میں ۔
امام محمدؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ :۔
" کوئی ایسا محدث نہیں، جس نے قلم دوات کو ہاتھ لگایا ہو، مگر شافعیؒ کا اُس کی گردن پر احسان نہ ہو ۔ ہمیں مجمل و مفصل، اور ناسخ و منسوخ حدیث کا علم نہیں ہوا، یہاں تک کہ ہم امام شافعیؒ کی مجلس میں بیٹھے ۔ (تاریخ ابن خلکان جلد ۳ ص ۳۵ ۔
کسی نے فارسی میں خوب کہا کہ :۔
" ہر کہ در دستش قلم دوات است، شافعیؒ را بہ گردنِ او منت است " ۔
البتہ امام شافعیؒ نے کوئی درسِ حدیث کی باقاعدہ مجلس نہیں قائم کی، کیونکہ وہ امام و مجتہد تھے ۔ وہ حدیث پر اصولی حیثیت سے گفتگو کرتے تھے ۔ اور حدیث کو استنباط و استخراجِ مسائل کے لیے تلاش کرتے تھے ۔ مگر تاریخِ حدیث میں اُن کے کارنامے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔

ذوقِ ادب امام شافعیؒ ادب میں حرفِ آخر تھے، جو حضرات عربی زبان پر عبور کامل رکھتے ہیں وہی جان سکتے ہیں کہ امام صاحب کو عربی زبان پر کتنی قدرت حاصل تھی ۔ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ امام صاحب نظم و نثر کے بادشاہ تھے ۔ یہاں آپ کے کلام کا اُردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے، اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کا ادب میں کیا مقام ہے ۔ فرماتے ہیں :۔
" زمانے نے جتنی تادیب و ترتیب کی، اُس سے یہی معلوم ہوا کہ عقل و بصیرت کی پونجی ہم میں کس قدر کم ہے ۔ جس جس نسبت و انداز سے علم میں اضافہ ہوا اُسی نسبت سے یہ احساس بڑھا کہ جہالت کی کتنی بڑی مقدار ہم میں ہنوز موجود ہے " ۔
علم و فضل کی درماندگی اور بخت و نصیب کی یاوری پر اُن کی رائے ملاحظہ ہو :۔
" جسے دولت سے تو حصہ ملا لیکن نہ حمد میسّر ہو، نہ صلہ، تو وہ خوش نصیب نہیں ہے ۔ جدوجہد دُور دُور کی سرحدات کو قریب تر کر دیتی ہے اور یقیناً کامیابی کی ہر باب کی کلید ہے " ۔
جب تم یہ سنو، کہ ایک خوش بخت نے سوکھی لکڑی اُٹھائی اور وہ اُس کے ہاتھ میں بارآور ہو گئی تو مان لو ۔ اسی طرح ایک اور محروم نصیب کے متعلق جب یہ سنو کہ پانی کے چشمے تک پہنچا اور وہ سوکھ گیا تو اس کی تصدیق کرو ۔ اگر رزق و وسائل و ذرائع پر موقوف ہوتا

تو مجھے تم دیکھتے کہ ستاروں سے راہ و ربط ہے۔ بات یہ ہے کہ جسے عقل کی دولت ملی ہے، وہ روپے سے محروم ہے۔ قضا و قدر کے تصرفات پر یہ کھلی ہوئی دلیل ہے۔ کہ علم و عقل والے تو بھوکوں مریں اور احمق مزے اڑائیں"۔

چند اشعار کا اُردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور حضرت امام کے شعری ادب کی داد دیں۔

"حاسد میری پیٹھ پیچھے تو میری بُرائیاں کرتے ہیں مگر جب میرے سامنے آتے ہیں تو میری بڑی تعریف کرتے ہیں۔ جب تمہیں اپنی عزت کا خیال نہیں، نہ خدا کا خوف ہے، نہ مخلوق کی شرم ہے تو پھر جو چاہے کرو"۔

"اے دُنیا اور دُنیا کی زینت پر دھوکا کھانے والو! یاد رکھنا کہ زمانہ مکان اور مکان بنانے والے دونوں کو برباد کر دے گا۔ جس کو دُنیا کی عزت و وجاہت پسند ہو، اُس کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عزت جلد مٹ جانے والی ہے۔ یاد رکھو کہ دُنیا کے خزانے تو سونے سے بھرے جاتے ہیں۔ مگر تم اپنا خزانہ ایمان اور نیکی سے بھرو"۔

"جب تم سفر میں کسی کے ہمراہ جاؤ تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ حقیقی بھائیوں کی طرح برتاؤ کرو عقل مند اور عالم اپنے عیوب پر نظر رکھتا ہے اور اپنے ساتھی کے عیب سے چشم پوشی کرتا ہے"۔

"میں نے طمع کو چھوڑ کر خود کو آرام پہنچایا۔ نفس میں جس قدر لالچ بڑھتا جاتا ہے وہ ذلیل ہوتا جاتا ہے۔ قناعت جو مُردہ تھی اُس کو میں نے جگایا۔ قناعت کی زندگی ہی میری عزت کی حفاظت ہے۔ جیسا انسان کے دل میں لالچ کا جذبہ مستقل گھر کر لیتا ہے تو پھر وہ انسان روز بروز ذلیل ہی ہوتا جاتا ہے"[1]۔

وفات امام شافعیؒ کو بواسیر کی شکایت تھی۔ جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانیؒ نے تحریر کیا ہے کہ شدید حملے ہوتے تو بہت خون بہہ جاتا۔

بالآخر عالمِ اسلام کی اس ہستی نے ——— ۳۰ رجب ۲۰۴ھ ۵۴ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے دار البقا کی طرف کوچ کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

[1] ملخص از سیرت ائمہ از رئیس احمد جعفری ندوی۔